حقوق القرآن

— وعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ: ⁦:⁩ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: حقوق القرآن

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ:

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

حقوق القرآن

(۲ محرم ۱۴۰۲ھ)

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین.

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.

﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا ۝﴾ (۲۵-۳۰)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ آپ قرآنِ مجید کو چومتے تھے اور یہ

کلمات کہتے تھے:

"عهد ربی ومنشور ربی عزوجل"

تَرجمہ: "یہ میرے رب عزوجل کا عہد ہے اور اس کے قوانین کا مجموعہ ہے۔"

مولویوں میں سے ہم نے کسی کو قرآنِ مجید چومتے نہیں دیکھا، البتہ استاذ محترم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کو چوما کرتے تھے، تلاوت سے قبل قرآنِ مجید کو چوما کریں، آنکھوں سے لگائیں، دل سے لگائیں، سر پر رکھیں اور چومتے ہوئے کہیں "عهد ربی ومنشور ربی عزوجل" یہ میرے رب عزوجل کا عہد نامہ ہے اور اس کے قوانین کا مجموعہ ہے، "عهد ربی" کے معنی ومطلب میں غور کریں اور سوچیں کہ اس قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہم سے کچھ وعدے لئے ہیں، یہ قرآن اللہ تعالیٰ سے ایک معاہدہ ہے، ہم اس کو پڑھ تو رہے ہیں گھر میں تو رکھا ہوا ہے، مگر اس میں کیا کیا عہد ہیں؟ کن کن چیزوں پر عمل کرنا ہے، کن کن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے، اس عہد کی تفصیل کیا ہے؟ اس کے مطابق عمل ہو رہا ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کر رہے ہیں؟ اس کو سوچا جائے، "منشور ربی عزوجل" یہ میرے رب عزوجل کے احکام ہیں اور قوانین ہیں، ان میں کوئی حکم مشکل نہیں، اس لئے کہ اتارنے والا ہمارا رب ہے جو انتہائی شفیق، کریم اور رحیم ہے، تلاوت میں ان باتوں کو سوچا جائے۔

جب تلاوت شروع کریں تو یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں، اور ان کا کلام خود انہی کو سنا رہا ہوں اور وہ اپنا کلام سن کر خوش ہو رہے ہیں، دنیا میں آپ کسی مصنف، مضمون نگار یا شاعر کو اس کا کلام پڑھ کر سنائیں، وہ کتنا خوش ہوتا ہے، قرآنِ مجید سے متعلق بھی یہی سوچیں کہ خود صاحب کلام اللہ تعالیٰ کو پڑھ کر سنا رہا ہوں، وہ کتنا خوش ہو رہے ہوں گے، یوں کلام پاک کی تلاوت شروع کی جائے تو

ظاہر ہے کہ انسان خوب دل حاضر کر کے متوجہ ہو کر خشوع وخضوع کے ساتھ اور الفاظ کی تصحیح کا خیال رکھتے ہوئے خوب مزے لے لے کر تلاوت کرے گا۔

لیکن اس میں ایک اشکال ہے کہ جب یہ تصور کر کے تلاوت کریں گے تو ظاہر ہے کہ بہت آہستہ آہستہ مزے لے لے کر پڑھیں گے، اور ہر لفظ کو خوب تجوید کے ساتھ اداء کریں گے اور ٹھہر ٹھہر کر ترتیل سے تلاوت کریں گے اس طرح تلاوت تھوڑی سے مقدار میں ہو سکے گی، کبھی تو مضامین کی طرف توجہ کر کے بالکل رک جائیں گے، اپنا قصہ یاد آ گیا، جب میں دارالعلوم کورنگی میں تھا، ایک بار وہاں سے شہر کی طرف آنا ہوا، راستہ میں تلاوت شروع کر دی، مختلف کاموں کی وجہ سے مختلف مقامات پر جانا پڑا، دارالعلوم واپسی تک تقریباً تین گھنٹے تک ایک ہی آیت دہراتا رہا، اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا، اس ایک آیت میں ایسا مزا آیا کہ بار بار اسی کا تکرار، بار بار اسی کا تکرار، آیت بھی بتا دوں حالانکہ بظاہر عوام یہ سمجھیں گے کہ اس میں کوئی خاص بات نہیں۔

﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاْ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَاللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝﴾ (۳۰-۳۹)

اس آیت کو تلاوت کرتے ہوئے یہ خیال آ گیا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیسے حاصل ہو؟ بس اسی خیال میں محو ہو گیا، اتنا مزا آیا، اتنا مزا آیا کہ اب چھوڑیں تو کیسے چھوڑیں؟ فرمایا تم لوگ سمجھتے ہو کہ سودی لین دین اور ناجائز آمدنی کے ذریعہ مال جمع ہوتا ہے، مگر اس طریقہ سے جمع نہیں ہوتا، جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں یہی لوگ ہیں مال بڑھانے والے، یہ ایسے ہوشیار تاجر ہیں کہ ان کو مال بڑھانے کا بہت عمدہ نسخہ معلوم ہے، یہ نہیں فرمایا کہ ان کا مال بڑھتا ہے، بلکہ فرمایا "فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ" یعنی یہی وہ لوگ ہیں جو بڑھانے کے ماہر ہیں، "يُضْعِفُوْنَ" نہیں فرمایا "مُضْعِفُوْنَ"، فرمایا یہ صفت کا صیغہ ہے جو مہارت پر دلالت کرتا ہے کہ یہ لوگ مال

بڑھانے میں خوب مہارت رکھتے ہیں، یہ لوگ کون ہیں؟ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، جہاں بھی کوئی ایسا مضمون آئے اس پر غور کیا جائے، خاص طور سے قرآن مجید کے دو قسم کے مضامین بہت غور طلب ہیں، ایک وہ مضامین جہاں قرآن ایمان والوں کی صفات بیان کرتا ہے، ایمان والے ایسے ہوتے ہیں، دوسرے پارے کے دوسرے پاؤ کے شروع میں: "لَیْسَ الْبِرَّ" اور "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ" کا پہلا رکوع اور سورۂ فرقان کا آخری رکوع دیکھئے ان میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ ایمان والے لوگ کیسے ہوا کرتے ہیں؟ ایسے مقام پر سوچیں کہ مؤمن تو ہم کہلاتے ہیں اور خود بھی اپنے آپ کو مؤمن سمجھتے ہیں پھر یہ قرآن کی بیان کی ہوئی صفات ہم میں کیوں نہیں؟ یہ صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اور ساتھ ساتھ دعاء بھی کی جائے۔

مؤمنین کی صفات:

قرآن نے مؤمنین کی یہ صفات بھی بار بار بیان فرمائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام سن کر ان کے دل دہل جاتے ہیں اور اس کا کلام سن کر آنکھیں بہنے لگتی ہیں۔

﴿وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ﴾ (۲۲-۳۴،۳۵)

ترجمہ: "آپ (ایسے احکامِ الٰہیہ کے سامنے) گردن جھکا دینے والوں کو جنت وغیرہ کی خوش خبری سنا دیجئے جو ایسے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔"

﴿وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ﴾ (۵-۸۳)

ترجمہ: "اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو رسول کی طرف بھیجا گیا ہے تو

آپ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں
نے حق کو پہچان لیا۔"

جب ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کی آنکھیں بہنے لگتی ہیں، تنا روتے ہیں کہ ان کی آنکھیں بہی جارہی ہیں، یہی نہیں کہ آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں بلکہ خود ان کی آنکھیں بہی جارہی ہیں۔

ایسی بے شمار آیات ہیں جن میں یہ مضمون ہے کہ اہل ایمان اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں اور ایسے ہوتے ہیں، سوچیں کہ ہمارے اندر یہ صفات کیوں نہیں؟ اور جب نہیں ہیں تو کیسے پیدا کی جائیں؟ ﴿اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝﴾ (۲۵-۵۹) رحمٰن کی شان کسی باخبر سے پوچھنا چاہئے۔ رحمٰن کیسے راضی ہو؟ ایمان والوں کی صفات کیسے حاصل ہوں؟ ان صفات کی تحصیل کا کیا طریقہ ہے جن سے رحمٰن راضی ہو؟ یہ کسی باخبر سے پوچھئے، سب کو معلوم نہیں ہوتا، ﴿اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝﴾ باخبر لوگوں سے پوچھئے، ان صفات کو حاصل کرنے کا اہتمام کیجئے اور دعاء بھی کیجئے۔

قرآن کی صفات:

دوسری قسم وہ ہے جس میں قرآن کی صفات کا بیان ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (۱۰-۵۷)

مطلب یہ کہ "قرآن نصیحت ہے، سینے کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے اور
ہدایت ہے اور مؤمنین کے لئے رحمت ہے۔"

عاملوں نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں یہ آیا کہ قرآن شفاء ہے مثلاً: "شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ، يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ" وغیرہ۔ ان

سب آیات کو جمع کیا تعویذ بنا کر پہنا دیا یا زعفران سے طشتریوں میں لکھ کر دھو کر پلا دیا، چلو! اب نہ کوئی مرض رہے نہ آسیب نہ پریت اور نہ سفلی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”قرآن دلوں کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔“

دل کی بیماریاں کیا ہیں؟ ان کا ذکر خود دوسری آیات میں موجود ہے اور بعض دل وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نور ودیعت فرما دیتے ہیں۔

﴿اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ﴾ (۶-۱۲۲)

ترجمہ: ”بہت سے دل ایسے ہیں کہ وہ مردہ تھے، ہم نے ان کو جلا دیا ان میں نور پیدا کر دیا اور وہ نور لئے ہوئے لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں۔“

بظاہر یہ دوسرے لوگوں کی طرح چلتے پھرتے نظر آتے ہیں، دیکھنے میں سب ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں، جیسے وہ انسان ہیں ویسے ہی یہ انسان، لیکن بعض کے دل میں نور ہے اور بعض کے دل میں نور نہیں، وہ نور کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت، فکر آخرت، اللہ تعالیٰ کی رضا کی تڑپ اور لگن، ان کے اعمال سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے دل میں نور ہے۔

دل میں نور پیدا ہونے کی علامت:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس نور کی علامت کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تین علامتیں بیان فرمائیں:

”التجافي، من دارالغرور والانابة الى دارالخلود

والاستعداد للموت قبل نزوله" (حاکم بیہقی، فی شعب الایمان)

یہ علامتیں ہیں نور کی، ویسے کوئی لالٹین یا ٹیوب لائٹ نہیں لگ جاتی، جو سب کو نظر آجائے، بلکہ نور کی علامت یہ ہے کہ اس دنیا سے جو کہ دارالغرور ہے دھوکے کا گھر ہے، بعد اور انقباض پیدا ہو جائے، اس سے بے توجہی اور بے اعتنائی برتنے لگے، بس دنیا میں اس کا دل نہ لگے۔ "والانابة الی دارالخلود" جو ہمیشہ رہنے کا گھر ہے، وطن کے لئے کچھ کرلوں، وہاں کے لئے کچھ بنالوں، اور "والاستعداد للموت قبل نزوله" موت آنے کے بعد تو کچھ ہوگا نہیں، اس کے آنے سے پہلے ہی تیاری کرلوں، اس لئے کہ جب موت آگئی تو عمل کا دروازہ بند ہو گیا، اب کچھ نہیں ہوسکتا، موت سے پہلے ہی کچھ کرلے، یہ تین علامتیں بیان فرمائیں جس میں یہ تین علامتیں ہوں سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں نور پیدا فرمادیا ہے۔

لہٰذا قرآنِ مجید پڑھتے وقت سوچنا چاہئے کہ مؤمنین کی صفات ہمارے اندر ہیں یا نہیں؟ اور اگر نہیں ہیں تو کیوں؟ اس کی فکر کرے کہ ہمارے اندر یہ صفات آجائیں، اسی طریقہ سے قرآنِ مجید کی جو صفات بیان ہوں انہیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى ٱلصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ قُلْ بِفَضْلِ ٱللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِۦ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا۟ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝﴾ (۱۰-۵۷،۵۸)

یہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی چار صفات بیان فرمائی ہیں، ایک موعظہ یعنی نصیحت، دوسری صفت دلوں کی شفاء، تیسری صفت ہدایت، اور چوتھی صفت رحمت، ان چاروں لفظوں میں تنوین تعظیم کے لئے ہے، اس لئے معنی یہ ہوئے کہ قرآن مجید بہت بڑی نصیحت ہے اور دلوں کے لئے بہت بڑی شفاء ہے اور بہت بڑی ہدایت ہے اور

بہت بڑی رحمت ہے، قرآن مجید کی ان صفات کے ساتھ آج کے مسلمان کا کیا معاملہ ہے؟ نصیحت حاصل کرنے کی بجائے قرآن کے ایک ایک حکم کی مخالفت، دلوں کی شفاء کا مطلب تو یہ ہے کہ دلوں سے دنیائے مردار کی محبت نکال کر دلوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور فکر آخرت سے منور و معمور کیا جائے مگر آج کے مسلمان نے اس آیت کو دھو کر پینا شروع کر دیا، اسی طرح قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کی بجائے گمراہی حاصل کر رہے ہیں اور قرآن کے احکام پر عمل کر کے اسے اپنے لئے رحمت بنانے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے احکام سے سرتابی وانحراف کر کے عذاب وقہر الٰہی کی دعوت دے رہے ہیں۔

آگے فرمایا یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، ان کی رحمت ہے نعمت ہے ایسی نعمت کہ دنیا کی تمام نعمتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں: ''هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ'' دنیوی مال و دولت، عزت ومنصب وغیرہ غرض سب سے بڑی نعمت۔ اب ذرا سوچیں کیا ہم نے قرآن کے شایان شان قدر کی؟ کیا ہم واقعۃً قرآن کو ایسا ہی سمجھتے ہیں؟ اور کیا یہ نعمت اور رحمت ہم قرآن سے حاصل کر رہے ہیں؟ یہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تو جب ہی ہوگی کہ اس کے مطابق زندگی بنائی جائے، اگر اس کے مطابق زندگی نہیں بنائی جاتی تو وہ رحمت نہیں بلکہ عذاب ہے۔

دو قسم کے مضمون میں نے بیان کئے ہیں، ایک تو یہ کہ قرآن میں ایمان والوں کی صفات کیا ہیں؟ دوسرا یہ کہ خود قرآن کی صفات کیا ہیں؟ انہیں سوچا جائے، اپنی حالت کا محاسبہ کیا جائے۔

ایک تیسرا مضمون جو بہت ہی اہم ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات کو قرآن بہت ہی بلیغ انداز میں بڑے ہی عجیب اسلوب سے بیان کرتا ہے، جہاں جہاں ایسے مضامین پر پہنچیں ان پر غور کریں سوچیں اور دعاء کرتے جائیں کہ ان کے مطابق عمل ہو جائے، اس طریقہ سے جب آپ تلاوت شروع کریں گے وہ تو بس تھوڑی سی مقدار میں ہو پائے گی، بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی آیت پر پہنچ کر اس کی لذت میں ایسے

مست ہو جائیں کہ اسی پر ٹھہر جائیں، اسی کی تلاوت میں گھنٹوں لگا دیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

اب اشکال یہ ہے کہ اس طریقہ سے قرآن یاد کیسے ہوگا؟ حفظ قرآن کا تو سلسلہ ہی بند ہو جائے گا، اس کا حل یہ ہے کہ شروع تو اسی طریقہ سے کریں کہ گویا اللہ تعالیٰ کا کلام انہی کو سنا رہا ہوں اور وہ سن کر خوش ہو رہے ہیں، ہمیں بھی لذت آرہی ہے، مگر تھوڑی سی تلاوت کے بعد یہ تصور باندھ لیں کہ اب انہوں نے ہی حکم دے دیا ہے کہ آگے جلدی جلدی پڑھو تاکہ یاد ہو جائے، آہستہ پڑھنے میں گو تمہیں لذت آرہی ہے، یہ طریقہ ٹھیک ہے، مگر اسے یاد بھی کرنا ہے، اس کی حفاظت بھی کرنا ہے، یہ سوچ کر جلدی سے تلاوت شروع کر دیں اور اسے محبوب کا حکم سمجھیں، پہلے ترتیل سے پڑھنے میں بھی محبوب کے حکم کی تعمیل تھی، اب جلدی پڑھنے میں بھی انہی کے حکم کی تعمیل اور انہی کی رضا جوئی ہے لیکن جلدی میں ایسا بھی نہ کرے کہ "یَعْلَمُوْنَ، تَعْلَمُوْنَ" کے سوا کچھ پلے ہی نہ پڑے، الفاظ کی صحت، مخارج کی رعایت دونوں صورتوں میں ضروری ہے، اس طریقہ سے قرآنِ مجید کی تلاوت کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید کی دولت سے مالا مال فرمائیں۔